ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

عابد سیال کی غزل: کلاسیکی شعری تنقید کے تناظر میں

ABID SYAL'S GHAZAL : IN THE CONTEXT OF CLASSICAL POETRY CRITICISM

Syed Azwar Abbas
Department of Urdu , Hazara University Mansehra
syedazwarabbas@gmail.com
Dr.Nazia Sahar
Department of Urdu , Islamia College Peshawar
Ihtisham ul Haq
Department of Urdu , University of Swabi

ABSTRACT

In this article, Abid Sial's Urdu ghazals have been seen with reference to classical poetry criticism. Abid Sial's ghazals are unique in the standards of style, imagery, composition, composition along with expression and innovation. In his ghazals there are applied forms of classical poetic standards. Because of this, it makes the poetry absorbing. His ghazals meet the standards even in terms of prosodies. This is the reason why he is a successful poet of Urdu ghazal both in terms of thought and art. His poetry successfully descends on all the parameters of classical poetic criticism.

key words: Poet, Ghazal, classic, criticism, writing style,

کلاسیکی شعری تنقید 'کیا کہا ہے' کی بجائے 'کیسے کہا ہے' سے بحث کرتی ہے۔ 'کیسے کہا ہے' میں شاعری کے عمومی پیمانوں کے ساتھ ہر صنف کے ذاتی معیارات بھی شامل ہیں۔ نقد کے یہ زاویے زبان و بیان، قوافی، تلازمہ کاری، بیان و بدیع و عروض، قواعد، علمِ لغت، فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ تمام کلاسیکی شعری وسائل پر محیط ہیں۔ کلاسیکی شعری تنقید جدید و مابعد جدید تنقیدی تھیوری (تانیثیت، ماحولیاتی تنقید، نوتاریخیت، مابعد نو آبادیات) کی طرح فن پارے کے فکری پہلوؤں سے ہم کلام ہو کر اخذ و نتائج حاصل نہیں کرتی۔ کلاسیکی شعری تنقید کے نزدیک فکر اُسی صورت میں قابلِ ستائش تصور کی جائے گی جب معیاری ٹریٹمنٹ کے ساتھ شعر میں پیش ہو گی۔ کلاسیکی شاعری کے موضوعات انفرادی ملکیت نہیں بلکہ اجتماعی وراثت ہیں۔ سو کوئی بھی شاعر کسی بھی موضوع کو برتے تو وہ اُسی کا مانا جائے گا۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ اُسے اندازِ بیاں کی تخلیقی قوت سے اپنا بنا سکنے کی سکت رکھتا ہو۔ سیف الدین سیف کا یہ شعر کلاسیکی شعری تنقید کے طریقِ نقد کی تفہیم میں معاون ہے:

سیف اندازِ بیاں رنگ بدل دیتا ہے

ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

کلاسیکی شعری تنقید شاعری کے فنی رموز و آلائم کو مرکز مان کر شعری متون سے مکالمہ کرتی ہے۔ جدید اور مابعد جدید تنقیدی تھیوری زیادہ تر 'فکر' کو بنیاد جان کر روایتی تنقید کے طریقوں سے کنارا کش ہوتی ہے۔ روایتی ہو یا جدید طرزِ تنقید دونوں کا اپنا 'فریم ورک' ہے۔ دونوں متن کے کسی نہ کسی مخفی گوشے کو وا کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ فن پارے کی ادبی تعینِ قدر جیسے کلاسیکی شعریات کی تعبیر و تجزیہ کے بغیر ممکن نہیں ایسے ہی کسی متن کی فکری انفرادیت جدید اور مابعد جدید تنقید سے بخوبی حاصل کی جا سکتی ہے۔ عابد سیال کی غزل کلاسیکی شعری وسائل کو مدِ نظر رکھ کر تخلیق کی گئی ہے۔ سو لازم ہے کہ اُن کی تعینِ قدر کلاسیکی شعری پیمانوں سے ہی کی جائے۔ کلاسیکی تنقیدی تھیوری ہو یا

جدید یامابعد جدید تنقیدی طریقِ کار دونوں کے انطباق میں ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ انھیں اُسی فن پارے پر منطبق کیا جائے جس میں منتخب شدہ تھیوری سے متعلق مواد ہو ۔دوسری صورت میں یہ محض آئیڈیالوجی کا 'جبری' اطلاق کہلائے گا۔

عابد سیال کی غزل کا اسلوب رمز و ایمائی /علامتی بھی ہے اور سادہ بھی۔تاہم طریقِ اظہار غیر راست ہے۔دونوں طرح کے اسلوب کی زبان میں تخلیقیت،نرمی،مٹھاس،متانت،غیر مصنوعی پن،تروتازگی اور جمالیاتی احساس موجود ہے۔شاعر کے نزدیک کوئی بھی لفظ شعری یا غیر شعری نہیں بلکہ اُس کا فن کارانہ یا غیر ماہرانہ برتاؤ اُسے شعری یا غیر شعری بناتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ 'پینگ '، 'درانتی '، 'ریستوراں' جیسے الفاظ بھی عابد سیال کی غزل میں تخلیقی رچاو کے ساتھ آئے ہیں۔اُن کی علامتی اُسلوب کی غزلیں موضوع کے وسیع تر امکانات کی داعی ہیں۔سادہ اسلوب کی غزلیات احساس کی شدت، سہلِ ممتنع اور فوری اثر انداز ہونے والے شعری تاثر کی پیامبر ہیں۔

رمز وایمائی اسلوب

کوئی اشارہ ہوا تھا بستی کو چھوڑنے کا

وہاں کی آب وہوا بدلنے سے تھوڑا پہلے (۱)

کسی بانکے پیڑ کی لچکیلی بانہوں میں کریں آنکھیں گیلی

کسی نرم ہوا کے پھاہوں سے کریں درماں دل کے چھالوں کا (۲)

میں اپنے دھیان میں گم تھا اور ایک ساعتِ شوخ

گزر گئی مری حالت پہ مسکراتی ہوئی (۳)

سادہ اسلوب

اب مرا ہاتھ تھامنے والے

اب مرے ہاتھ میں رہا کیا ہے (۴)

میں چراغ اور وہ ستارا تھا

صبح ہوتے ہی بجھ گئے دونوں (۵)

تنگ اِک دوسرے کی وحشت سے

پھیلتا ریگ زار بھی میں بھی (۶)

غزل کے اشعار میں دیکھا گیا ہے کہ شاعر شعری زبان یا موضوع میں سے کسی ایک طرف جھکا ہوا دکھائی دیتا ہے۔کسی شعر میں موضوع پر زبان کی انفرادی بالادستی نظر آتی ہے اور کہیں زبان کے ناپختہ دائرے میں نئے اور بڑے موضوع کا اظہار مصنوعی دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔مراد یہ ہے کہ شعری زبان اور موضوع دونوں ایسے آمیزش

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

کر کے تخلیقی عمل سے نہیں گزرے ہوتے کہ انھیں بہ آسانی الگ نہ کیا جاسکے۔' صاحبِ توفیق 'غزل گو نہ محض زبان کا شاعر ہوتا ہے نہ موضوع کا۔اُس کے کلام میں فکری سطح پر سماجی بیانیہ بھی غزل کے خاص اسلوب میں ایسا گُتھا ہوا محسوس ہوتا ہے کہ کہیں بھی غزل کا جمالیاتی پیکر مجروح ہوتا ہوا محسوس نہیں ہوتا۔عابد سیال کی غزل میں کہیں بھی فکر و فلسفہ ،مشاہدہ، مکالمہ یا علمی نکتہ غزل کی زبان سے آگے یا پیچھے نظر نہیں آتا بلکہ مساویانہ رنگ میں رنگ کر فکر و فن کے اتحادی حُسن کی عکاسی کر رہا ہوتا ہے:

یہ تصور چراغ سا کیا ہے

جو تہِ جاں چمک اٹھا کیا ہے

آبلندی پہ آ کے دیکھ ذرا

آنکھ کی دسترس میں کیا کیا ہے (۷)

ہمیں تو مار گئی اپنی کم فرصتی

ورنہ دنیا دیکھنے والا کھیل تھا

خواہش تھی کچھ دنیا داری سیکھتے

لیکن اپنے فہم سے بالا کھیل تھا (۸)

عابد سیال غزل میں کوئی مضمون برتتے ہوئے اُس موضوع کے متعلقہ زبان اور تلازمہ ایسی فنکاری سے لاتے ہیں کہ شعر میں موجود کوئی لفظ بھی فکر کی مناسبت سے بے محل معلوم نہیں ہوتا۔مزید برآں قاری کا ذہن متبادل اظہار کی طرف بھی مائل نہیں ہوتا۔شعر تلازمے کے حوالے سے اتنا پختہ ہوتا ہے کہ اُس کا نعم البدل تلاش کرنے پر بھی میسر نہیں آتا۔عابد سیال کے تلازمے پر مبنی اشعار غیر مجرد کی مجرد سے وضاحت، غیر مجرد کو مجرد سے سمجھانے کی سعی، غیر مجردی کیفیت کو مجردی امیج یا منظر نامے سے جوڑ کر موضوع و جذبے کی بیک وقت کامیاب ترسیل کرنے پر قادر ہیں:

گُھلنے لگے ہیں سانس میں نمکین ذائقے

جیسے کسی کی آنکھ کا پانی ہوا میں ہے (۹)

تھے اُس طویل تعلق میں التفات کے پل

کہ جیسے دشت میں سایہ کہیں کہیں کوئی ہو (۱۰)

محولا بالا دونوں اشعار مجرد و غیر مجرد موضوعات کی پیش کش کے تناظر میں تلازمہ کاری کا معیاری نمونہ ہیں۔تلازمہ کاری میں زبان کی لفظی مناسبتوں کے حوالے سے درج ذیل دو شعر قابلِ ذکر ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بہت سنبھال کے رکھے ہیں تیری یاد کے پل

کسی ہوا سے یہ ریزے بکھر نہیں پائے

لہو سے سینچتے رہتے ہیں نخلِ ہجر ترا

کہ تُو جب آئے اِسے بے ثمر نہیں پائے (۱۱)

پہلے شعر میں 'پل' کی مناسبت سے 'ریزے' آنا اور دوسرے شعر میں 'نخلِ ہجر' کو سینچنے کے عمل سے 'ثمر' آنا اشعار کو تلازمہ کاری کے باب میں سند بخشتا ہے۔ ہر صنف کی ایک اپنی داخلی منطق ہوتی ہے، اُس صنف کو اُس کے مطابق اپنانا پڑتا ہے۔ غزل کے شعر کی داخلی منطق شعر کا شعری منطق کے مطابق ابلاغ ہے۔ تلازمہ کاری پر مبنی اِن اشعار میں شعری منطق کا بدرجہ اتم پایا جانا لائقِ تحسین ہے۔

آج کل جاندار گُتھے ہوئے 'اُستادانہ مطلعے' بہت کم کہے جا رہے ہیں۔ زیادہ تر غزلوں میں مطلع برائے مطلع دکھائی دیتا ہے۔ بعض مطلعے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں کوئی بھی مصرع اوپر، نیچے کر دیا جائے تو معنوی فرق نہیں پڑتا۔ کچھ مطلعوں میں ایک ردیف اضافی ہوتی ہے۔ بسا اوقات یوں لگتا ہے کہ غزل کے دیگر اشعار تو تخلیق ہو گئے ہیں لیکن عجلت میں غزل مکمل کرنے کے لیے مطلع گھڑ لیا گیا ہے۔ جب کلام کا اعلان کرنے والا شعر اتنا پھیکا اور بے اثر ہو گا تو چاہے غزل کے باقی اشعار جتنے بھی معیاری ہوں غزل کا چہرہ تو بھدا ہی نظر آئے گا۔ ایسی صورت میں بے مطلع غزل کہہ دینا زیادہ سود مند ہے۔ اچھا غزل گو مطلع پر سمجھوتا نہیں کرتا۔ جب تک کوئی مطلع اُس کے تخلیقی معیار پر پورا نہیں اُترتا وہ مطلعے پر مطلع کہتا جاتا ہے اور بعد ازاں ایک بہتر مطلع منتخب کر لیتا ہے۔ عابد سیال کی غزل میں کہیں کوئی مطلع غیر معیاری نہیں۔ اتنے جان دار مطلعے آج کل بہت کم غزل گو کہہ رہے ہیں۔ عابد سیال کی غزلوں کے مطلعے پڑھ کر فوری احساس ہوتا ہے کہ اِن مطلعوں میں کہیں بھی ذرا سی بھی آنچ کی کمی نہیں۔ ایسے مطلعوں میں موضوع کا نبھاو ردیف کی رنگا رنگی سے تقویت پکڑتا ہے۔ یہ ہنر اُن کے مطلعوں کو جہاں غزل کے دیگر اشعار سے الگ شعری مقام و مرتبہ تفویض کرتا ہے وہیں غزل کے باقی اشعار کی قرات پر بھی مجبور کرتا ہے:

میرے ہاتھوں سے جو کچھ ربط بڑھاتے ترے ہاتھ

اِس تعلق کے نئے زاویے آتے ترے ہاتھ (۱۲)

یہ محض مطلع نہیں۔ ردیف کا اتنا متنوع برتاو شعر شناس قاری کو مسحور کر دیتا ہے۔ وہ پہلے مصرع کے 'ترے ہاتھ' اور دوسرے مصرعے کے 'ترے ہاتھ' سے تا دیر لطف اٹھاتا رہتا ہے۔ ایک ردیف کا ایک ہی شعر میں حقیقی اور مجازی استعمال عابد سیال کو اُستادانہ مطلع کہنے والا غزل گو بناتا ہے۔

دل ایسے خانہء وحشت میں جا گزیں کوئی ہو

مکین ہم کو ہے درکار تُو نہیں کوئی ہو (۱۳)

مطلع کے پہلے مصرعے میں 'کوئی ہو' بالعموم آیا ہے جب کہ دوسرے مصرعے میں 'کوئی ہو' ایک حد تک بالخصوص ہو گیا ہے۔ پہلے مصرعے میں خانہء وحشت کا بیان ہے۔ دوسرے مصرعے میں اِس کا جواز، 'تُو نہیں' بخوبی فراہم کر رہا ہے۔ دل کو دوبارہ صاحبِ مکین بنانے کا موضوع بھی کلاسیکی غزل کی شعریات میں ندرت کہلاتا ہے۔ مزید برآں مصرعِ ثانی کا ردیف کوئی ہو، اِس تناظر میں بھی معنی خیز ہے کہ دل کو خانہء وحشت بنانے والا اب 'کوئی ہو' میں بھی شامل ہونے کا حق دار نہیں۔

جیے نہ قرب میں فرقت میں مر نہیں پائے

کیا ہے عشق، سلیقے سے کر نہیں پائے (۱۴)

صاف ستھری شعری زبان اور مصرعوں کی مضبوط دروبست کا حامل یہ مطلع فکر اور زبان کا بیک وقت شعری اثر نمایاں کر رہا ہے۔ شعری لہجے کا پروقار اور سنجیدہ ہونا بھی اِس مطلع کا حُسن ہے۔

"تنگنائے غزل" کے باعث ہنر مند شاعر اختصار کے ساتھ بڑی بات کہنے کا ملکہ رکھتا ہے۔اِس کے لیے شاعر مختلف حربوں کو بروئے کار لا کر 'کوزے میں دریا' بند کرنے کی تگ ودو کرتا ہے۔ کہیں لفظ کے غیر رائج مخفی معنی تک رسائی حاصل کی جاتی ہے تو کہیں موضوع کو غیر راست بیان کر کے امکانات کی پٹاری کھول کر رکھ دی جاتی ہے ۔ایسا کرنا حقیقی تخلیق کار کی مجبوری بھی ہے وگرنہ ردیف کی محدودیت، قافیے کی پابندی کے ہوتے نئی روش اپنانا خاصا دقت طلب کام ہے۔اچھا شاعر قافیے سے جڑے نئے موضوعات سوچتا اور دریف کے ذریعے انھیں ایک دائرے میں لے آتا ہے۔یہیں سے 'موزوں گوئی' اور 'شاعری' کی راہیں جدا ہوتی ہیں۔موزوں گو قافیے اور ردیف کے برتے گئے پہلوؤں کا دہراو کرتا رہتا ہے جب کہ شاعر اِن سے نئی دنیاوں کی دریافت کے سفر پر نکلتا ہے۔عابد سیال کی غزل کا یہ اختصاص ہے کہ اِس میں کم سے کم الفاظ میں بڑے سے بڑا موضوع اپنے وسیع تر امکانات کے ساتھ پیش ہوا ہے۔ایسے اشعار سے عابد سیال کی زبان پر دسترس،اظہار پر قدرت اور موضوع کی فنکارانہ پیش کش کی صلاحیت کھل کر سامنے آئی ہے۔عابد سیال کے یہ اشعار غزل کی محدودیت کا گلہ کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں کہ خلّاق میں طاقتِ بیان ہو تو غزل کیا کوئی صنف بھی اعتراضات سے تہی ہو سکتی ہے۔

کوئی نہ ہو مری تنہائی کا تماشائی

یہی کہا تھا؟اور اب کہتے ہو نہیں کوئی ہو (۱۵)

گلاب رنگ منڈیریں اور اُن پہ ملتے ہاتھ

میں آ گیا،وہ گئے حلقہء غبار میں رہ (۱۶)

بادل گھرا امید کا جاگی ایک ترنگ

بوندیں پڑیں وصال کی آئی جان میں جان (۱۷)

وقت اپنے نقوس چھوڑتا ہے

کیسے گل فام ہو گئے کیسے (۱۸)

درج شدہ پہلے تینوں اشعار کم لفظوں میں بات کرنے اور آخری شعر لفظ کے معنوی امکانات تک رسائی حاصل کرنے کی کامیاب کوشش ہے۔

شاعر بیتا وقت کبھی نہیں بھول سکتا۔وہ اپنے عہد کو لفظوں کے ذریعے قید کرنے کی کاوش کرتا رہتا ہے تا کہ متن کے آئینے میں جب چاہے گزشتہ زمانے کی زیارت کر سکے۔زندگی کے تجربات و مشاہدات اُس کے کلام میں علامتوں اور تصویروں کی شکل میں زندہ رہتے ہیں۔فطرت سے قلبی وابستگی رکھنے والا قوی مشاہدے کا شاعر قرطاس پر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

شعری پیکر تراشی کرتا رہتا ہے۔ شعر میں منتقل ہونے سے قبل یہ تصویریں اُس کے لاشعور اور تخیل پر نقش ہوتی ہیں۔ قدرتی مناظر شاعر کی جس حس پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں اُس کی شاعری میں اُسی نوع کی امیجری تشکیل پانا شروع ہو جاتی ہے۔ عابد سیال کی غزل میں سمعی اور بصری پیکر تراشی کے نمونے ہیں۔ وہ دید اور سماعت سے مناسبت رکھنے والی شعری تصویریں بنا کر شعر کا حُسن دوچند کرتے ہیں۔ زیادہ تر شعرا کے کلام میں امیجری محض فطرت کی منظر نگاری یا اِس سے لطف کشید کرنے تک محدود رہتی ہے۔ بہت کم شاعر ایسے ہیں جن کی غزل میں امیجری فطری مناظر کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ ایک ایسا علامتی نظام بھی بن پاتی ہے جس سے دیگر موضوعات کا احاطہ بھی ہو جاتا ہے۔ عابد سیال کے امیجری پر مبنی اشعار محض پیکر تراشی نہیں۔ اِن میں علامتی نظام ہے۔ علامتوں کو الگ الگ ممکنہ معنی دینے سے شعر کی تفہیم مختلف ہوتی جائے گی۔ جب تک اُس علامت کا معنیاتی تسلسل ختم نہیں ہو گا شعر کا تفہیماتی عمل بھی تنوعات کا حامل ہوتا جائے گا۔

برس کے کھل گیا سرور بخش ابرِ سیم رنگ

شجر ہیں گھومتے اُسی خمار میں کھڑے ہوئے (۱۹)

چہرہ بچا کہ سنگ ہیں آندھی کے ہاتھ میں

مڑ کر نہ دیکھ کتنی روانی ہوا میں ہے (۲۰)

خاک اُڑی فلک کی سمت پھول زمیں پہ آرہے

کچھ نہ رہا مقام پر ایسی چلی ہوا غلط (۲۱)

پہلے شعر میں 'سرور بخش ابرِ سیم رنگ'، مرشد اور شجر مرید اور خمار عشق وجذب کی کیفیت مراد لیا جائے تو شعر امیجری کے ساتھ ساتھ ایک علامتی مفہوم کا مالک بن جائے گا۔ دوسرے شعر میں چہرہ شناخت، سنگ ملامت، تہمت، آندھی گروہِ بد، ہوا اُس گروہ کے اثر اور ترکیب کو مان لیا جائے تو اِس شعر کا مفہوم بھی امیجری کے سوا ہو گا۔ تیسرا شعر منظر نگاری کے علاوہ موجودہ سیاسی منظر نامے کی بہترین نمائندگی کر رہا ہے۔ زیرِ بحث اشعار کی قرات اِس بیان کی حمایت ہے کہ عابد سیال کی غزل میں امیجری پیکر تراشی کے ساتھ 'چیزے دیگر' بھی ہے۔ علاوہ ازیں عابد سیال نے جنسی تجربے کو بھی ایسے فنکارانہ جمال سے امیجری میں پیش کیا ہے کہ جس سے اُن کی شعری احتیاط، جمالیاتی اُپج اور جذبوں کی تہذیبی پیش کش کھل کر سامنے آئی ہے:

کھڑکیوں اور پردوں سے چھنتی ہوئی دودھیا چاندنی

اور پہلو میں ترکِ حجابات کے رنگ بکھرے ہوئے (۲۲)

اگر عابد سیال کی غزلوں کو 'علمِ قوافی' کی روشنی میں جانچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اوّل درجے کے قافیے برتے ہیں۔ ایسے قافیے جن میں روی کا التزام ہے۔ دو حرفی قافیوں کے علاوہ جو تین، چار یا پانچ حرفی قافیے ہیں؛ اُن میں روی کے علاوہ باقی حروف کا باہمی ہم آواز ہونا اُن کے اشعار کو صوتی حوالے سے پُرکشش اور نغمگیت سے بھرپور بناتا ہے۔ عابد سیال کو علم ہے کہ دوسرے درجے کا روی سے عاری قافیہ شعر کے صوتی وصوری حُسن کو متاثر کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک تو غزل ہے ہی حرف وصوت کا ایسا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بامعنی سنگم جو جمالیاتی حوالے سے سماعت پر گراں نہ گزرے۔ بنالی، خالی، والی، کالی، کہانی، پرانی، گرانی، اجالا، بالا ایسے قافیے جس میں روی کے علاوہ دیگر تمام حروف کا ہم آواز ہونا اُن کی غزلوں کو قوافی کے برتاو کے ذیل میں کامیاب ٹھہراتا ہے۔ قافیے کی دلچسپ انفرادیت دیکھنے کے لیے دو شعر قابلِ وضاحت ہیں :

جما کھڑا ہوں میں اُس ریگ زار میں کہ جہاں

ہوائے تیز اڑا لے گئی ہے ٹیلے بھی

عطائے دنیا پہ یوں انحصار کیا مرے دل

جو تیرے حصے کی ہے بڑھ کے وہ خوشی لے بھی (۲۳)

ظاہری طور پر ٹیلے کے بعد دوسرے شعر میں لے کا استعمال ایک قافیے کے جواب میں محض حرفِ روی لانا ہے۔ جب دوسرے شعر میں لے سے پہلے لفظ خوشی کو ملا کر پڑھا جائے تو یہ صوتی/عروضی حوالے سے خوشلے بن جائے گا۔ یوں ٹیلے کے مقابل خوشلے درست قافیہ ٹھہرے گا۔ قافیے کے برتاو میں یہ اُستادانہ جھلک عابد سیال کو داد دیے بغیر آگے نہیں بڑھنے دیتی۔

عابد سیال کی غزل میں بیشتر تراکیب اضافت والی ہیں۔ یہ اضافی تراکیب محض دو سے تین الفاظ پر مشتمل ہیں۔ اِن تراکیب کا التزام اختصار کے ساتھ معنوی وسعت دکھانے اور مضمون کا تخلیقی حُسن بڑھانے کی نیت سے کیا گیا ہے۔ عابد سیال کی تراکیب مقتدم فارسی شعرا کی خوشہ چینی نہیں۔ غالب تراکیب شاعر کی ذاتی اختراع ہیں۔ نگاہِ زرد، منزلِ مژگاں، دستکِ گریہ، کفِ خزاں، چشمِ نم ریز، ابرِ سیم رنگ جیسی تراکیب جہاں اُن کی جدت پسند طبیعت کا پتہ دیتی ہیں وہیں شعری تاثر کو بھی استحکام بخشتی ہیں۔ یہ اثر پزیری اِس وجہ سے بھی ہے کہ اضافی تراکیب کا غالب حصہ مدھم پیکر تراشی پیدا کر رہا ہے۔ منزلِ مژگاں، چشمِ نم ریز، ابرِ سیم رنگ شعر میں خفیف سا امیج بھی بنا رہی ہیں۔ مذکورہ تراکیب سے شعر لفظی اور معنوی ابلاغ کے مقام سے بلند ہو کر جمالیاتی گراف میں داخل ہو رہا ہے۔ قواعدی حوالے سے اِن تراکیب میں زیادہ تر اسم وصفت کا تعلق ہے۔ ایسی تراکیب میں اسم پہلے اور صفت بعد میں آیا ہے۔

عابد سیال کے واحد شعری مجموعے ''بے ستوں''میں ۳۷ غزلیں شامل ہیں۔ سب غزلوں میں علمِ عروض کی پابندی ہے۔ کہیں کوئی مصرع یا شعر خارج از بحر نہیں۔ ساری غزلیں ۱۲ مختلف اوزان میں ہیں۔ ۷ غزلیں فاعلاتن، مفاعلن، فعلن (بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف) ۱۵ غزلیں مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن (بحرِ مجتبث مخبون محذوف) ۲ غزلیں مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فعولن (بحرِ ہزج مثمن اخرف مکفوف محذوف) ۲ غزلیں مفعول، فاعلات، مفاعیل، فاعلن (بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف) ۱ غزل فاعلن، فاعلن، فاعلن، فاعلن، فاعلن، فاعلن (بحرِ متدارک) ۲ غزلیں مفتعلن، فاعلن، مفتعلن، فاعلن (بحرِ رجز مثمن مطوی) ۱ غزل مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعولن (بحرِ مجتبث مثمن مخبون) ۱ غزل فعلن، فعلن، فعلن، فعلن، فعلن، فعلن، فعلن، فعلن (بحرِ زمزمہ) ۲ غزلیں فعلن، فعل، فعول، فعولن، فع (بحرِ ہندی) ۱ غزل فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن (بحرِ رمل مثمن) ۱ غزل مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن (بحرِ جمیل مسدس) ۱ غزل مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن (بحرِ ہزج) اور ۱ غزل فاعلاتن، فعلاتن، فعلاتن، فعلن (بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع) کے وزن پر ہے۔ عابد سیال کے شعری مزاج کے قریب ترین وزن مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن ہے۔ اِس پہ سب سے زیادہ ۱۵ غزلیں کہی گئی ہیں۔ دوسرے نمبر پہ اُردو غزل کا مرغوب وزن فاعلاتن، مفاعلن، فعلن ہے۔ یہ وزن اردو غزل کے وافر شعری ذخیرے کا ہے۔ باقی تمام اوزان میں ایک دو غزلیں ہیں۔ عابد سیال کے برتے گئے تمام اوزان اُن کے شعری مزاج کے آئینہ دار ہیں۔ انھی سے اُن کی غزلیں ترنم، موسیقیت اور صوتیاتی حوالے سے شعری طلسم ہوش ربا بنی ہیں۔ فی زمانہ کسی شاعر کا سارا شعری مجموعہ عروضی اغلاط سے پاک ہونا لائقِ ستائش ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

عابد سیال کی غزل کے بارے اجمالی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ غزل تخلیقی زبان کے ماہرانہ وسائل سے شناسا، فنی نقائص سے بے عیب، مصرع سازی کے اُستادانہ فن سے متمسک، کم لفظوں میں بڑی بات کہنے کے ہنر سے آگاہ، نئی تراکیب تراشنے کی بابت قابلِ توجہ، اُستادانہ مطلعوں سے بھرپور، پختہ تلازمہ کاری سے مملو، رمز وایمائی اور سادہ دونوں اسالیب کی مالک، امیجری کے نادر نمونوں کی پرچارک، علمِ عروض، علمِ بیان، علمِ قوافی، علمِ لغت اور علمِ بدیع کے نظری اصولوں کا کامیاب اطلاق ہے۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کسی غزل میں کہیں پر بھی یہ شاعر سیمابیت کا شکار نظر نہیں آتا۔ المختصر عابد سیال کی غزل مذکورہ جملہ اوصاف اور نرم، مٹھاس بھری زبان / کرافٹ رکھنے کی وجہ سے غزل کے شیدا قاری کو مدتوں زیرِ اثر رکھنے کا سلیقہ جانتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عابد سیال، بے ستوں، اسلام آباد، نریٹیو پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ ص: ۱۰۳
۲۔ ایضاً ص: ۴۹
۳۔ ایضاً ص: ۲۱
۴۔ ایضاً ص: ۱۱۴
۵۔ ایضاً ص: ۹۸
۶۔ ایضاً ص: ۴۰
۷۔ ایضاً ص: ۱۱۳
۸۔ ایضاً ص: ۵۲
۹۔ ایضاً ص: ۶۱
۱۰۔ ایضاً ص: ۵۴
۱۱۔ ایضاً ص: ۴۱
۱۲۔ ایضاً ص: ۱۱۱
۱۳۔ ایضاً ص:۵۳
۱۴۔ ایضاً ص:۴۱
۱۵۔ ایضاً ص:۵۴
۱۶۔ ایضاً ص:۶۰
۱۷۔ ایضاً ص:۱۱۸
۱۸۔ ایضاً ص:۱۱۲
۱۹۔ ایضاً ص:۱۱۰
۲۰۔ ایضاً ص:۶۲
۲۱۔ ایضاً ص:۵۵
۲۲۔ ایضاً ص:۴۸
۲۳۔ ایضاً ص:۱۰۰